قرآن میں اصحابِ فیل کا واقعہ

جناب محمد رفیق چودھری صاحب - ادارہ معارف اسلامی، منصورہ - لاہور

قرآن مجید میں سورۂ فیل میں اصحاب فیل (ہاتھی والوں) کے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے - اُس کا متفقہ اور مجمع علیہ تفسیر میں دورِ حاضر کے بعض لوگوں نے عجیب و غریب اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی ہے -

اصل واقعہ جس پر سلف سے لے کر خلف تک کے تمام مفسرین کرام کا اتفاق اور اجماع ہے - مختصراً یہ ہے کہ یمن کا ایک متعصب عیسائی حکمران ابرہہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر ہاتھیوں کے ہمراہ خانہ کعبہ پر حملہ آور ہوا، تاکہ اُسے مسمار کر دے - قریش مکہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، اس لیے وہ قریب کے پہاڑوں پر چلے گئے - جب وہ لشکر مُزدلفہ اور مِنیٰ کے درمیان مُحَسّر کے مقام پر پہنچا تو اچانک ایک طرف سے پرندوں کے جھنڈ آ گئے جنہوں نے اُن پر سنگ ریزوں کی بارش کر دی - اور جس کے نتیجے میں پورا لشکر ہاتھیوں سمیت تباہ و برباد ہو گیا - اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت کے اعجاز سے خانہ کعبہ کی حفاظت فرمائی اور ابرہہ کے منصوبے کو ناکام بنا دیا - یہ واقعہ اسی سال پیش آیا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تھی - اصحاب فیل کے واقعہ کی اسی تفسیر پر مفسرین کرام کا چودہ سو برس سے اتفاق اور اجماع موجود ہے -

اِس کے برعکس دورِ حاضر کے بعض لوگ اس واقعہ کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ قریشِ مکہ نے ابرہہ کے لشکر کا باقاعدہ مقابلہ کیا تھا اور پہاڑوں میں مورچے بنا کر گوریلا جنگ لڑی تھی -

اصحاب فیل پر قریش نے ایسا پتھراؤ کیا کہ اُن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اس دوران میں تیز آندھی (حاصب) آئی جس نے رہی سہی کسر نکال دی اور ابرہہ کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ اس کے بعد ان کی نعشوں کو نوچنے اور کھانے کے لیے اور جوار کعبہ سے تعفن ختم کرنے کے لیے گوشت خور قسم کی چڑیاں پہنچ گئیں جنھوں نے میدانِ جنگ کو آلودگی سے پاک و صاف کر دیا۔

تجدد پسند حضرات واقعۂ فیل کی اس تاویل کے حق میں جو کچھ کہتے ہیں وہ قرآن مجید کے مسلمہ اصولِ تفسیر کے خلاف کہتے ہیں اور اس تفسیر کے خلاف کہتے ہیں جس پر سلف سے لے کر خلف تک کے تمام مفسرین کرام کا اجماع اور اتفاق موجود ہے۔

ان متجددین کی ایک نفسیاتی کمزوری ہے کہ وہ مغرب سے مرعوب ہو کر دینِ اسلام اور قرآن مجید کی ایسی تعبیر و تاویل کرنے کی سعی کرتے ہیں جس میں وہ موجودہ دور کی عقلیت پسندی (RATIONALISM) پر ایمان لا کر قرآنی معجزات کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ ان کے ہاں فرشتوں کا کوئی وجود نہیں۔ انسانوں سے الگ جنوں کی کوئی مخلوق نہیں۔ وہ ابلیس بھی ان کے نزدیک مر چکا ہے جس نے آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ ریز ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ خود آدم علیہ السلام نام کا کوئی نبی بھی اُن کے خیال میں نہیں ہو گزرا۔ اُن کی رائے میں فرعون اور اس کا لشکر محض سمندر کے مدوجزر کی وجہ سے غرقاب ہوا تھا اور ان کی دانست میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم واقعۂ معراج کی صورت میں کبھی آسمانوں پر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ قرآنی قصص اور واقعات کا اعجازی پہلو ختم کر دینے کا سودا ان لوگوں پر ایسا سوار ہے کہ انھوں نے اصحابِ فیل کے واقعہ میں بھی قدرتِ الٰہیہ کا اعجازی پہلو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اُسے بھی عام جنگی واقعات کی طرح ایک واقعہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔

ہماری رائے میں ان متجددین نے سورۂ فیل کے واقعہ کی جو تاویل کی ہے وہ کئی وجوہ سے غلط اور بے بنیاد ہے۔

قرآنِ مجید کا اُسلوب بیان | سب سے پہلے وہ اس سورہ میں قرآنِ مجید کے اُسلوبِ بیان پر غور کیا جائے تو آغاز ہی میں اَلَمْ تَرَ (کیا تو نے نہیں دیکھا) کے الفاظ آتے ہیں۔ یہ اسلوبِ بیان قرآن مجید میں عام اور غیر معین مخاطب کے لیے آتا ہے۔ جسے اصطلاحاً "خطاب بغیر معین"

کہا جاتا ہے اور استفہامِ انکاری کے طور پر آتا ہے۔ اس طرح کے اسلوب میں کوئی خاص فرد یا گروہ مراد نہیں ہوتا، بلکہ پوری نوعِ انسانی سے خطاب کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں آیا ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (الفجر ۸۹: ۶)
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے قومِ عاد سے کیا سلوک کیا۔

اِس جگہ پر کوئی فرد یا گروہ مخاطب نہیں ہے بلکہ یہ خطاب عام ہے اور اس کا خطاب معین نہیں ہے۔ تمام لوگ اس کے مخاطب ہیں۔

اِسی طرح ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (الفرقان ۲۵: ۴۵)
کیا تُو نے اپنے رب کی اس قدرت پر غور نہیں کیا کہ اُس نے سائے کو کیسے پھیلایا ہے۔

اِس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک خاص قدرت ـــ اشیا کے سایوں کا گھٹنا بڑھنا۔ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اس میں بھی کوئی خاص شخص یا گروہ مخاطب نہیں ہو سکتا۔

بعینہٖ سورۂ فیل کے آغاز میں اَلَمْ تَرَ کا خطاب بھی کسی خاص فرد یا گروہ کے لیے نہیں ہے۔ اس لیے اس سے قریش کا گروہ مُراد لینا ہرگز درست نہیں ہے۔

تفسیر القرآن بالقرآن قرآن مجید کی تفسیر کا سب سے پہلا اُصول جسے ہمارے مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں، یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے۔ اس اُصول کے مطابق جب ہم سورۂ فیل پر غور و تدبر کرتے ہیں تو اسی اُسلوب اور انداز میں قرآن مجید سے کئی نظیریں مل جاتی ہیں۔

ا: پہلی نظیر یہ ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (الفجر ۸۹: ۶)
کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے قومِ عاد سے کیا برتاؤ کیا؟

اس آیت کے اندازِ بیان ہی سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ قومِ عاد کے لیے جس عذابِ الٰہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اُس میں انسانی کوشش اور کسب کو کوئی دخل نہیں ہے۔ جو عذاب قومِ عاد پر بھیجا گیا وہ کوئی انسانی فعل نہ تھا، بلکہ صرف اور صرف قدرتِ الٰہیہ کا کرشمہ تھا۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ (کیا تُو نے دیکھا کہ تیرے رب نے کیا کیا) کا اسلوب اس امر کا متقاضی ہے کہ اس کے ضمن میں واقع ہونے والے فعل کا صرف رب ہی فاعل ہو۔

بالکل اسی طرح سورۂ فیل کے آغاز میں پہلی آیت یوں ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝ (الفیل: ۱) کیا تُو نے دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔

اِس آیت زیرِبحث کا اُسلوبِ بیان بھی اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ آگے جو فعل بیان ہوگا اُس کا فاعل صرف اور صرف ربِ کریم ہی ہے۔ بندوں کے فعل کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ لہٰذا اصحابِ فیل کے واقعے کی تفسیر میں ابرہہ کے لشکر کو تباہ کرنے میں بندوں کا خواہ وہ قریش ہوں یا کوئی اور قطعاً کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔ قریش کے کسی فعل کو بیان کرنے کے لیے یہ اسلوب ہرگز مناسب نہیں ہوسکتا۔

ب — دوسری نظیر سورۂ فرقان کی آیت ۴۵ ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ۔ کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے سایے کو کیسے پھیلا دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اشیاء کا سایہ قدرتِ الٰہی سے گھٹتا بڑھتا ہے اور سورج کی روشنی کے مختلف زاویوں سے بدلتا رہتا ہے۔ اللہ کی اس قدرت میں فعلِ انسانی کا ہرگز کوئی دخل نہیں ہے۔ اُسلوبِ بیان یہاں پر بھی بالکل وہی ہے جو سورۂ فیل کے آغاز میں وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اپنی قدرت کی ایک نشانی ایک جگہ بتانا چاہتا ہے اور اپنی قدرت کی دوسری نشانی دوسری جگہ بتا رہا ہے۔ ایک ہی اُسلوب اور انداز بیان ہے جس میں انسانی کوشش اور کسب کا کوئی حصہ نہیں۔ سب کچھ قدرتِ الٰہیہ کی کرشمہ سازیاں بیان ہوئی ہیں۔

ج — تیسری نظیر سورۂ عنکبوت آیت ۱۹ میں ہے کہ:

اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ — کیا وہ اس پر غور نہیں کرتے کہ اللہ کس طرح تخلیق کی ابتداء اور اُس کا اعادہ کرتا ہے؟

یہ حقیقت ہے کہ اشیا کو پہلی بار پیدا کرنا یا دوبارہ پیدا کرنا تنہا اللہ کی قدرت وصنعت ہے۔ اُس میں انسانی جدوجہد کو کوئی دخل حاصل نہیں ہے۔ اس آیت کا اندازِ بیان بھی سورۂ فیل کے آغاز جیسا ہے۔ لہٰذا اصحابِ فیل کی تباہی و بربادی میں بھی قریش کا کوئی عمل دخل شامل نہیں ہو سکتا۔

د — چوتھی نظیر سورۂ نوحؑ کی آیت نمبر ۱۵ ہے جس میں ارشادِ الٰہی ہے کہ:

اَلَمْ تَرَوْا کَیْفَ خَلَقَ اللّٰہُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح اوپر تلے سات آسمان پیدا کیے ہیں۔

اور واضح ہے کہ جس طرح سات آسمانوں کو ایک دوسرے کے اوپر تلے پیدا کرنے میں کسی انسان کے کسب وفعل کو کوئی دخل نہیں، بلکہ یہ سراسر اللہ کی قدرت وصنعت کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح اصحابِ فیل کا تذکرہ بھی اسی انداز سے کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اُن کی ہلاکت و بربادی میں بھی قریش یا دوسرے انسانوں کی کوئی جدوجہد شامل نہیں ہے۔ جس طرح ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا ظہور ہے۔ اسی طرح دوسرے مقام پر بھی اُسی اُسلوب میں اللہ تعالیٰ ہی کی قدرتِ قاہرہ کی نمود ہے۔

اَرْسَلَ عَلَیْھِمْ کے معنی سورۂ فیل کی تفسیر و تاویل میں متجددین حضرات نے اَرْسَلَ عَلَیْھِمْ کے معنی سمجھنے میں بھی غلطی کی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں بھی کسی قوم کی ہلاکت وتباہی کا ذکر آیا ہے اور اس سلسلے میں اَرْسَلَ عَلَیْھِمْ آیا ہے تو وہاں لازمی طور پر اس کے بعد آنے والا اسم ہی موجبِ ہلاکت وتباہی کے طور پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو عذاب کا اصل ذریعہ قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مثال ملاحظہ ہو:

ا۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ:

وَ فِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ (الذاریات ۵۱:۴۱)

اور عاد کے بارے میں جب ہم نے اُن پر خشک آندھی چلا دی۔

اِس مقام پر اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ کے بعد جو اَلرِّیْحَ الْعَقِیْمَ (خشک آندھی) ہے وہی قومِ عاد پر عذاب کی صورت ہے جس سے اُن کی ہلاکت و بربادی ہوئی۔ بالکل اسی طرح اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ (اور ہم نے بھیجے اُن پر پرندے جھنڈ کے جھنڈ) میں بھی اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ کے بعد جو طَیْرًا اَبَابِیْلَ (جھنڈ کے جھنڈ پرندے) آیا ہے تو یہی عذابِ الٰہی کی صورت ہے جس کے ذریعے اصحابِ فیل کی تباہی و بربادی ہوئی۔

ب۔ دوسری مثال قرآن مجید کی سورۃ سبا کی آیت ۱۶ ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ

اور پھر ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیج دیا۔

اس میں بھی قومِ سبا پر سَیْلَ الْعَرِمِ (بند کا سیلاب) بھیجا گیا اور یہی چیز اُس قوم کی ہلاکت اور تباہی کا سبب بنی تھی۔ بعینہٖ سورۂ فیل میں بھی طَیْرًا اَبَابِیْلَ ہی اصحابِ فیل کی ہلاکت و بربادی کا ذریعہ ہیں، نہ کہ قریش کی طرف سے ابرہہ کے لشکر پر کنکر پھینکنا موجبِ ہلاکت ہے۔ قرآن مجید کا اندازِ بیان اپنے نظائر کے ساتھ ہی وضاحت کرتا ہے کہ یہاں بھی طَیْرًا اَبَابِیْلَ ہی کو اصحابِ فیل کی تباہی اور ہلاکت کا سبب قرار دیا جائے۔

ج۔ تیسری مثال سورۃ الذاریات کی آیت نمبر ۳۳

لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ۔

تاکہ ہم ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں۔

اس مقام پر قومِ لوطؑ کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ کے بعد حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ (کھنگر کے پتھر) آیا ہے اور یہی چیز قومِ لوط کی ہلاکت و بربادی کا سبب اور ذریعہ بنی تھی، بلکہ یہی صورت واقعہ اصحابِ فیل میں بھی ہے۔ جہاں اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ کے بعد طَیْرًا اَبَابِیْلَ آیا ہے۔ لہٰذا یہی طَیْرًا اَبَابِیْلَ ہی اصحابِ فیل کی ہلاکت و تباہی کا موجب

تھے۔ قریش کی جانب سے پتھراؤ کا مفہوم قرآن مجید کے اس اسلوب سے اخذ نہیں کیا جا سکتا۔

تَرْمِیْھِمْ کا مفہوم

متجددین اس سورہ میں تَرْمِیْھِمْ کے فعل کا فاعل قریش کو قرار دیتے ہیں۔ اس بنیاد پر کہ آغازِ سورہ میں اَلَمْ تَرَ میں قریش مخاطب ہیں۔ اس لیے تَرْمِیْھِمْ میں بھی تَرْمِیْ کا خطاب صیغۂ واحد مذکر حاضر کی صورت میں قریش ہی کے لیے ہے۔ مگر یہ ان حضرات کی اپنی ذہنی اختراع اور اُپج ہے۔ سورۂ فیل میں اَلَمْ تَرَ کے خطاب کے بارے میں ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ اس طرح کا خطاب عام اور غیر معین ہوتا ہے اور اس سے کوئی خاص فرد یا گروہ مُراد لینا قرآن مجید کے عام اسلوبِ بیان کے خلاف ہے۔ اس لیے صرف قریش کو اس کلام کا مخاطب سمجھنا قطعاً صحیح نہیں ہو سکتا۔ اِس صورتِ حال میں تَرْمِیْھِمْ کے فعل میں قریش کو فاعل قرار دینا صریح طور پر قرآن مجید کی معنوی تحریف ہے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ تَرْمِیْھِمْ میں فاعل کی ضمیر اپنے قریبی مرجع طَیْرًا اَبَابِیْلَ کی طرف لوٹتی ہے۔ اور یہاں یہ مفہوم مراد ہے کہ یہ پرندوں کے جھنڈ ہی تھے کہ جو ہاتھی والوں پر کنکریاں پھینکتے تھے اور جس کے نتیجہ میں اصحابِ فیل کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔

متجددین نے یہاں پر ایک اور نکتہ بھی نکالا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عربی زبان میں رَمِیْ کا فعل کسی چیز کو صرف بازو یا فلاخن کے ذریعے پھینکنے کے معنوں میں آتا ہے۔ اور اُوپر سے کسی چیز کو گرانے کے لیے یہ لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ عربیت میں رَمِیْ کا لفظ کئی معنوں میں آتا ہے۔ اس کے معنی کسی چیز کو ہاتھ یا فلاخن سے پھینکنے کے بھی ہیں۔ اور بلندی سے نشانہ باندھ کر کوئی چیز نیچے گرانے کے معنی میں بھی رَمِیْ ہی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ دراصل اس لفظ کے مفہوم میں بلندی یا پستی کا کوئی تصور نہیں ہے، بلکہ کسی چیز کا نشانہ لے کر اس پر کوئی شے پھینکنا اس لفظ کا بنیادی مفہوم ہے۔ اہلِ عرب آج کل لڑاکا اور بمبار طیاروں کی گولہ باری اور بمباری کے لیے بھی یہی رَمِیْ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں رَمِیْ کے مجازی معنی "کسی پر

تہمت لگانے"، "الزام تراشی کرنے" اور "بہتان طرازی کرنے" کے بھی آتے ہیں۔
جیسا کہ سورۂ نور آیت نمبر ۴ میں ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ — اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت (زنا) لگاتے ہیں۔

لہٰذا رمیٰ کے لفظ کو صرف بازو یا فلاخن کے ذریعے کسی چیز کے پھینکنے کے معنوں میں محدود اور منحصر کر لینا عربیت کے خلاف ہے۔

(باقی)

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں، ان کا خاص احترام ملحوظ رکھا جائے۔

(ادارہ)